کیمیاگر

عماد احمد

کیمیا گر

https://emad-ahmad.com/

عماد احمد

جملہ حقوق بحقِ شاعر محفوظ ہیں

مارچ ۲۰۲۱ء

ISBN number:۹۷۸-۹۶۹-۲۳۴۷۱-۱-۲

تعدادِ اشاعت:۱۰۰۰

قیمت:۷۰۰ روپے

https://emad-ahmad.com/

دو دریاؤں کے سنگم پر واقع ایک چٹان

کے نام!

دریا۔۔ جو علومِ ظاہر و باطن کا سرچشمہ ہیں

چٹان۔۔ جو روز و شب نشان بدلتی ہوئی ریت سے ماورا ہے

https://emad-ahmad.com/

https://emad-ahmad.com/

فہرست

☆	بیانِ حال	
۱	تیرے نام پہ اٹھی جو تحریک وہی بیدار لگی	۲۱
۲	یقیناً میرے ہاتھوں میں خدا کے گھر کی کنجی ہے	۲۴
۳	مجھے سجدے کے لئے ایک چٹائی دے دے	۲۷
۴	کبھی نکل غمِ دل سے ملالِ ذات کو دیکھ	۲۹
۵	اپنی کاوش ابھی شعوری تھی	۳۱
٦	بات بے بات کی تکرارِ مسلسل ہر روز	۳۲
۷	اداس رات مجھے کچھ بتانے آئی ہے	۳۴
۸	ہم نے یہ ٹھیک کیا نفس کو گر بیچا نہیں	۳۵
۹	فالج	۳٦
۱۰	راستے ملتے ہیں، منزل کے نشاں ملتے ہیں	۴۰
۱۱	گھر گیا اپنی چشمِ نم میں مَیں	۴۲
۱۲	ہم خیالی نصف حل تھا، مسئلہ گھمبیر تھا	۴۴
۱۳	نہیں ہوں مایوس ہاں مگر کچھ ڈرا ہوا ہوں	۴٦
۱۴	کیمیا گر	۴۹
۱۵	اِک نئی تہذیب کی بنیاد اٹھانی چاہیئے	۵۲

https://emad-ahmad.com/

۱۶	زندگی کے جنگل میں جستجو بھی رستہ ہے	۵۵
۱۷	بے وفا لوگ جفا کار ہوا کرتے ہیں	۵۷
۱۸	زخمی کرنا پڑ سکتا ہے	۵۹
۱۹	کِن سرابوں سے، خرابوں سے گزرتی آئی	۶۲
۲۰	رحمتِ حق بھی تھی، ادراک کی تنویر بھی تھی	۶۴
۲۱	جوگی	۶۶
۲۲	گروہِ کینہ وراں اُٹھ گیا ہے جا کے دیکھ	۷۲
۲۳	ٹوٹنے کیوں لگا تھا کچھ دن سے	۷۴
۲۴	بلائے جان کا سودا خرید لائے ہیں	۷۸
۲۵	اُنس	۸۰
۲۶	مَیں سمجھتا تھا پرانے گُل گئے	۸۲
۲۷	بزدلی سے جی جی کر تھک گئے ہو آخرتم	۸۳
۲۸	حاصلِ غم	۸۴
۲۹	سرابِ ذات دِکھا کر مجھے غلام کرو	۹۰
۳۰	جسم جسموں کے طلب گار نظر آتے ہیں	۹۳
۳۱	دیوار	۹۶
۳۲	شعورِ حق بھی سینے میں، ظہورِ حق بھی سینے میں	۱۰۱

https://emadahmad.com/

۳۳	غیرتِ آرزو نہیں جاتی، حسرتِ جستجو نہیں جاتی	۱۰۳
۳۴	سردی کی رات	۱۰۵
۳۵	تشنگی کیا ہے کسی روز سنائیں گے تمہیں	۱۰۸
۳۶	اداس ہونا تمہیں زیب ہی نہیں دیتا	۱۱۰
۳۷	ذات کی تطہیر مقصد بَن گئی	۱۱۲
۳۸	اپنی قوم کے نام ایک پیغام	۱۱۴
۳۹	گریزاں ہو مگر پھر بھی بلانا چاہتے ہو تم	۱۱۷
۴۰	کچھ برسوں، کچھ لوگوں کا غم دل پر چھایا ہے	۱۱۹
۴۱	تم جو کہتے تھے کہ پھولوں سے بہل جاؤ گے	۱۲۱
۴۲	بہت تکلیف ہے لیکن بتانے سے گریزاں ہو	۱۲۳
۴۳	مسافت	۱۲۵
۴۴	غم بڑھتا ہے تو راتیں ماتم کرتی ہیں	۱۳۰
۴۵	اشک بہتے ہیں تو سیلاب میں گھر جاتے ہیں	۱۳۳
۴۶	قطعہ: معاش و رزق کی فنکاریوں میں عمر تج دی ہے	۱۳۶
۴۷	قطعہ: من جنگل میں آگ لگی ہے پھیل رہی ہے چاروں اَور	۱۳۷
۴۸	قیمتِ نفس	۱۳۸

https://emadahmad.com/

۴۹ نسلِ انسانی کے دُکھ سمجھے بِنا ہی ہم نے خود کو کیسے کامل کہہ دیا تھا ۱۴۰
۵۰ تلاشِ رزق میں مارا پھرا ہوں ۱۴۲
۵۱ سچ کڑوا تھا جان لیا تھا، جھوٹ سے گہری نفرت تھی ۱۴۴
۵۲ سامنے بیٹھ کر جھوٹ کہتا رہا، مَیں اُسے ٹوکتا بھی تو کیا ٹوکتا ۱۴۶
۵۳ بھائی ۱۴۸
۵۴ حقیقت کُھل گئی ہے نفس کی تو تزکیہ کیجے ۱۵۲
۵۵ چھوڑیں صاحب آپ بڑے ہیں، آپ سے شکوہ کیا کرنا ۱۵۴
۵۶ نم غم کی غمّازی کرتا رہتا ہے ۱۵۶
۵۷ ارتقاء ۱۵۷
۵۸ معاشیاتی نظامِ حاضر کے کھوٹے سکے چلا رہا تھا ۱۶۰
۵۹ حرف حرفوں سے کھیلتے آئے ۱۶۲
۶۰ حقیقت تک پہنچنے کے طریقے کچھ عیاں بھی تھے ۱۶۴
۶۱ قحط الرجال ۱۶۶
۶۲ وجودِ خاکی میں قید ہوں مَیں، ابھی مَیں کچھ کر نہیں سکا ہوں ۱۷۰
۶۳ روشنی چاہئے اور لگتا ہے باہر بہت روشنی ہے تمہارے لئے ۱۷۱
۶۴ دل کے اندر کی بات کرتے ہیں ۱۷۳

https://emadahmad.com/

٦۵	تیز آندھی ہے، شام اندھی ہے	۱۷۴
٦٦	غلامانِ کذب وریا و دجل اب زمانے کے اطراف میں چھا چکے ہیں	۱۷٦
٦٧	دابۃ الارض	۱۷۸
٦٨	کاہے اتنی مشکل چیزیں لکھتے ہو	۱۸۸
٦٩	مجھ پہ بھی التباس کرتی ہے	۱۹۱
٧٠	کشتی	۱۹۳
٧١	کاش میں بتا سکوں	۱۹٦
٧٢	اللہ اور بندے کا رشتہ	۱۹۹
٧٣	خواب زندہ ہیں تو ہم زندہ ہیں	۲۰٦
٧۴	کہو اِس بے اماں نگری میں چارہ کر لیا تم نے	۲۰۸
٧۵	بصیرت کا بصارت سے جو رشتہ ہے اُسے سمجھو	۲۱۰
٧٦	خِضَر	۲۱۱

https://emadahmad.com/

https://emad-ahmad.com/

بیانِ حال

السلام علیکم!

بات کو وہیں سے جوڑتے ہیں جہاں پچھلی کتاب میں چھوڑا تھا۔ تو گویا سات برس کا بَن باس بھی کاٹ لیا۔ دوبارہ اذنِ سفر بھی پا لیا۔ سامنے پھر سے کچھ اشارے تھے۔ ایک چوٹی تھی اور اس پر آگ تھی۔ معلوم ہوا کہ قلب وآگہی تو خود بھی ایک سنگِ میل ہی ہے۔ قلب کی آگہی کے بعد بھی بہت منزلیں ہیں۔ یہ کتاب جو اس وقت آپ کے ہاتھ میں ہے انہی نئی مسافتوں اور منزلوں کا تذکرہ ہے۔

میری خواہش ہے کہ سرِ دست وہ بات کہہ دوں جو اس کتاب کو پڑھنے یا نہ پڑھنے کا فیصلہ کرنے میں آپ کی مدد کر سکے۔ جناب اگر آپ کو شاعری پڑھ کر سُرور حاصل ہوتا ہے اور یہ ذہنی عیاشی کیف آور ہے تو یقین جانئے ایک سے بڑھ کر ایک عمدہ شاعر اور کمال سے کمال تر شاعری کی کتب دستیاب ہیں۔ دنیا نت نئے ردیف ڈھونڈ رہی ہے اور قافیہ باندھنے کا فن اپنے عروج پر ہے۔ راقم تو اس دوڑ میں شامل ہی نہیں ہے۔

ناچیز کو تو ابھی تک یہ بات سمجھ نہیں آسکی کہ غزل کے پہلے شعر میں نوکری کے

https://amad-ahmad.com/

مسائل زیرِ بحث آتے ہیں، دوسرے میں محبوب کی بے وفائی کا شکوہ کیا جاتا ہےاور تیسرے میں موسم کے حال پر گفتگو کی جاتی ہے۔ یہاں تو پوری کتاب میں آپ کو وہی دو چار موضوعات کی تکرار ملے گی اور کیف و سرور کا تو میں سرے سے وعدہ ہی نہیں کرتا۔ ہاں اس کے برخلاف اگر آپ شعوری ارتقاء کے مسافر ہیں تو یہ کتاب آپ کے لئے سودمند ثابت ہوسکتی ہےاور اگر کہیں آپ قلبی ارتقاء کی کسی سیڑھی پر ہیں تب تو یہ کتاب آپ ہی کے لیے لکھی گئی ہے۔

اب آپ کہیں گے کہ پھر میں شاعر کیوں ہوں اور یہ کتاب شاعری کی کتاب کے طور پر کیوں لکھی گئی ہے۔اس کے کئی جوابات ہوسکتے ہیں۔مثلاً یہ کہ ایک مصروف زندگی میں شعر کہنا نثر لکھنے سے آسان تر ہے یا یہ کہ شعر کی پہنچ نثر سے دور تک ممکن ہے۔شاید یہ باتیں درست ہوں مگر اس کی حقیقی وجہ یہ ہے کہ اللہ عزوجل نے مجھے شعر کہنے کی ایک صلاحیت ودیعت کی ہوئی ہے اور اس کے توسط سے میں اپنی بات آسانی سے واضح کرسکتا ہوں۔میری بنیادی دلچسپی بہرحال بات پہنچانے میں ہے نہ کہ شعر گوئی میں۔شعر کہنا محض ایک ذریعہ ہے۔اوراس ذریعے کا انتخاب بھی میں نے بہت سوچ سمجھ کر نہیں کیا بلکہ مجھ سے کروادیا گیا ہے۔

https://emad-ahmad.com/

آپ کے ہاتھ میں موجود یہ صفحات میرے اپنے شعوری اور قلبی ارتقاء کا احوال ہیں۔اس کتاب میں موجود ساری شاعری اکتوبر ۲۰۲۰ء سے لے کر فروری ۲۰۲۱ء تک کی گئی ہے گویا تخلیقی اعتبار سے یہ میری پہلی کتاب قلب و آگہی ہی کا تسلسل ہے۔ جو احباب یہ جانتے ہیں کہ قلب و آگہی کیسے وجود پذیر ہوئی وہ اس نکتے کو بخوبی سمجھ سکتے ہیں۔

میں یقین سے تو نہیں کہہ سکتا کہ صرف ایک برس میں دو کتب تحریر کرنے کے بعد کیا میں اس ہی تسلسل سے لکھتا رہوں گا یا نہیں مگر اتنا ضرور کہہ سکتا ہوں کہ اس کتاب میں مجھ سے کچھ ایسے موضوعات پر شاعری ہو گئی ہے جو اَب سے پہلے میں کسی نثری کتاب میں زیرِ بحث لانا چاہتا تھا۔نثری اس لیے کہ مجھے جن قلبی اور روحانی تجربات سے گزرنے کا موقع ملا ہے وہ آپ بیتی لکھنے کی طرف زیادہ راغب کرتے رہے ہیں۔ میں ذہنی طور پر یہی سوچتا رہا ہوں کہ فرصت ملتے ہی ایسا کچھ لکھوں گا اور پھر یک دم ان میں سے بعض موضوعات پر چند نظمیں کہی گئیں۔اب میرا رب ہی بہتر جانتا ہے کہ میں اگلی کتاب نثر کی لکھوں گا یا نظم کی۔سوانح عمری ہو گی یا یادداشتیں۔بہرحال عین ممکن ہے کہ آنے والے ماہ و سال میں اللہ عز و جل مجھے توفیق عطا فرمائے تو میں بیانِ حال کا یہ سلسلہ جاری رکھ سکوں۔

https://emad-ahmed.com/

میری پہلی بات سے آپ کو اندازہ ہو چکا ہوگا کہ آورد پر تو میں یقین ہی نہیں رکھتا۔ میں نے جو بھی اور جب بھی لکھا ہے آمد ہی کے نتیجے میں لکھا ہے۔ اسی کو میں حقیقی معنی میں شاعری تسلیم کرتا ہوں۔ شعر کی جب آمد ہوتی ہے تو شاعر کو خود بھی معلوم نہیں ہوتا کہ وہ کیا لکھ رہا ہے۔ ظاہری طور پر یہی محسوس ہوتا ہے کہ یہ مضامین غیب سے خیال میں آتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اکثر شعراء آمد کو نزول بھی کہہ دیتے ہیں مگر درحقیقت یہ بات اتنی آسانی سے ختم نہیں ہوتی۔

میرا تجربہ یہی رہا ہے کہ انسان کا لاشعور اس کے شعور سے کہیں پہلے علوم، مشاہدات اور معاملات کی تہوں تک رسائی حاصل کر لیتا ہے۔ انسان کو شعوری طور پر ادراک ہی نہیں ہوتا اور لاشعور بہت سی بُنت کر چکا ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جس شخص کے علم اور تجربات کا دائرہ جتنا زیادہ وسیع ہوتا ہے یہ نزول اتنا ہی معنی خیز ہوتا ہے۔ جب انسان کے لاشعور کا ارتقاء ہوتا ہے تو لاشعور اس وقت تحت الشعور میں چھپے موتی بھی قلب کی تہہ سے نکال لاتا ہے اور ایسے میں جب لاشعور اپنی پوری قوت سے ان سوچوں اور احساسات کو قلم کی نذر کرتا ہے تو شعور اس لمحے سوائے لاشعور اور قلم کے درمیان ربط باندھنے کے اور کچھ نہیں کر سکتا۔ ان لمحات میں شعوری طور پر میں نے ہمیشہ

https://emad-ahmad.com/

خود کو صرف اس ہی جد و جہد میں پایا ہے کہ کہیں میں لاشعور اور قلم کے درمیان نہ آ جاؤں۔ ایسے میں مجھے اپنے شعور کی کم مائیگی پر ترس بھی آتا ہے کیونکہ یہ لاشعور اور قلم کی باہمی رفتار کا ساتھ دینے سے حد درجہ قاصر نظر آتا ہے۔

اس پوری تمہید کا خلاصہ یہ ہوا کہ میں شاعری برائے شاعری نہیں کر سکتا۔ نہ ہی میں شعوری کاوش سے شاعری کی طرف راغب ہوں۔ بس اتنا ہے کہ برسوں اپنی ذات کا سفر کرنے کے بعد اب میں اندر باہر سے ایک مخصوص سانچے میں ڈھل چکا ہوں اور قلب کا پیالہ چھلک رہا ہے تو اظہار ہو رہا ہے۔ یہ اظہار میں کئی انداز میں کر رہا ہوں اور کیونکہ اللہ عز و جل نے شعر گوئی کی صلاحیت بھی عطا کی ہوئی ہے تو اس میں بھی یہی ظہور ہو رہا ہے۔

میں جب کبھی اپنی زندگی کے باطنی سفر کا موازنہ اپنی شاعری سے کرتا ہوں تو مجھے تجربات اور تخلیق کی یہی ہم آہنگی دکھائی دیتی ہے۔ گویا یہ شاعری کی کتاب کم اور اندر کے سفر کی روداد زیادہ ہے۔ اب کیونکہ اندر کے مسافر تو آپ بھی ہیں۔ ایک نفس اپنے ہزاروں تیر لے کر آپ میں بھی پوشیدہ ہے اور ایک قلب اپنے حصے کا نور پانے کے لئے آپ میں بھی سرگرداں ہے تو یہ آپ کے اندر کے سفر کے لئے بھی اہم ہے۔

https://emad-ahmad.com/

اب اگر سفر کے بارے میں گفتگو ہو ہی رہی ہے تو اتنا مزید عرض کرتا چلوں کہ ہر انسان کی طرح میں نے بھی اپنی زندگی میں محرومیوں، ناکامیوں اور کمزوریوں کا ایک لمبا سلسلہ دیکھا ہے۔ حوادث اور اپنے ہاتھوں کے کمائے ہوئے دکھوں کا سامنا کیا ہے۔ تشنگی اور تشنہ کامی دونوں کا ذائقہ چکھا ہے۔ مگر اطمینان اس بات کا ہے کہ میں انسانوں کی اس اقلیت سے تعلق رکھتا ہوں جنہوں نے ناکامیوں، محرومیوں اور تشنہ کامیوں کے ذائقے پہلے چکھے اور کامیابی بعد میں دیکھی۔ ناکامی منزل پر ملے تو کربِ ذات بن جاتی ہے مگر یہی ناکامی اگر کامیابی کا سنگِ میل ہو تو زندگی کے سفر نامے کی جان ہوتی ہے۔

https://emad-ahmed.com/

پھر اس سے بھی بڑھ کر خوش کُن بات یہ ہے کہ میرے سفر کی سمت محض مادی زندگی میں ایسی نہیں رہی بلکہ شعوری اور قلبی سفر بھی اسی نوعیت کا رہا۔ میں نے بہت انسانوں کو شعوری اور قلبی سفر میں انحطاط پذیر دیکھا ہے۔ اس سفر میں رکنے، پھسلنے، گرنے، راہ بدلنے اور واپس پلٹ جانے کے امکانات مادی دنیا کے سفر سے کہیں زیادہ ہوتے ہیں۔ میری زندگی کا اصل سرمایہ اندر کے اس سفر میں حاصل ہونے والا وہ قُطب نما ہے جو ایک بھی قدم غلط پڑنے کی صورت میں فی الفور درست راستے کی طرف راہنمائی کر دیتا ہے۔

یہی وہ رمز ہے جو برسوں قلب کو تھامے رہا ہے اور اب میرے اندر باہر رچ بس گیا ہے۔ غار، لوح، خواب، تاویل، مدین، خضر، دیوار، کشتی، دریا، چٹان اور ایسے ہی کئی الفاظ درحقیقت الفاظ نہیں بلکہ اپنے اپنے اندر مکمل سفر ہیں۔ میری شاعری میں نفس اور قلب کی گردان انہی راہوں میں رکھے جانے والے قدم ہیں۔ اگر کہیں ہجر و وصال ہے تو اس کا ماخذ یہی سفر ہیں۔ اگر کہیں غمِ دوراں ہے تو وہ غمِ ہستی ہی کے پس منظر میں کھڑا ہے۔ یہ سب اسی ایک رمز کے شاہد ہیں۔ اب یہ رمز کھلنا چاہتا ہے مگر زبان کو یارا کہاں۔ میں نے پہلے *قلب و آگہی* میں اور اب *کیمیا گر* کے اندر صاحبِ قلب افراد کے لئے نشانِ راہ چھوڑ دیے ہیں۔ میری دعا ہے کہ کچھ لوگ بات کی رمز ضرور پا لیں۔

قلب و آگہی کی طرح اس کتاب میں بھی کسی ادیب کا لکھا ہوا مقدمہ موجود نہیں ہے۔ وجہ میری وہی ضد ہے کہ یہ شاعری کی کتاب نہیں ہے بلکہ اندر کے سفر کی داستان ہے۔ میری کسی بھی کتاب کا دیباچہ اگر کبھی کوئی لکھے گا تو وہ ایسا شخص ہوگا جو اس سفر کو پورا نہیں تو کم از کم ادھوری طور پر تو سمجھ چکا ہوگا۔ ایسا وقت آنے تک میں اپنی تحریر ہی کو مقدمہ سمجھتا ہوں اور قاری کو دعوت دیتا ہوں کہ شعر سے آگے جا کر بات کی روح تک رسائی حاصل کرے۔ اسی

https://emad-ahmad.com

لئے میں نے اوپر لکھا ہے کہ میں نے صاحبِ قلب لوگوں کے لئے نشانِ راہ رکھ دیے ہیں۔

مجھے اس بات پر تو طمانیت محسوس ہوتی ہی ہے کہ میں شعوری کی بجائے لاشعوری شاعری کر رہا ہوں اور شعر میں بھی جگ بیتی نہیں بلکہ آپ بیتی لکھ رہا ہوں مگر اس سے بھی زیادہ خوشی اس بات کی ہے کہ یہ آپ بیتی بھی صرف ذاتی نہیں بلکہ قلبی واردات سے متعلق ہے۔شاعری کی اس کتاب کا اندر کے سفر سے منسلک ہونا مجھے گونا گوں تسکین دیتا ہے۔

ایک تو یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ یہ آورد نہیں آمد ہے، دوسرا یہ کہ الحمد للہ میرے اندر کے سفر کی سمت درست رہی، تیسرا یہ کہ اب میرا اندر اس قابل ہو رہا ہے کہ اس کی عملداری کا دائرہ ذات سے نکل کر حقیقی دنیا میں کسی تبدیلی کا شاخسانہ بن رہا ہے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ میں اپنے ایک دیرینہ خوف سے نجات محسوس کرتا ہوں۔

اس خوف کا پس منظر یہ ہے کہ تقریباً ایک دہائی ہوئی جب سورۃ الشعراء کی ان آیات نے کہ زیادہ تر شعرا وادیوں میں بھٹکتے پھرتے ہیں اور وہ کہتے ہیں جو کرتے نہیں، میرا شاعری سے دل ہی اُچاٹ کر دیا تھا۔ میں نے جو کم و بیش سات برس تک کچھ نہیں لکھا اس کے پیچھے ایک بڑی وجہ یہ بھی تھی۔ اب اس

https://emad-ahmed.com/

خوف سے نجات یوں محسوس کرتا ہوں کہ میں جانتا ہوں یہ اشعار جو میں اب لکھ رہا ہوں یہ وادیوں میں بھٹکتے ہوئے نہیں بلکہ دو دریاؤں کے سنگم پر واقع ایک مضبوط چٹان کے اوپر بیٹھ کر لکھ رہا ہوں۔

والسلام

عماد احمد

لاہور

۲۱ رجب المرجب، ۱۴۴۲ ہجری

بمطابق ۶ مارچ ۲۰۲۱ء

https://emad-ahmad.com/

https://emad-ahmad.com/

O

تیرے نام پہ اٹھی جو تحریک وہی بیدار لگی
جو الحاد پہ رکھی وہ تہذیب ہمیں بے کار لگی

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ کی ضرب سے سینہ کانپ اٹھا
استغفار کے ورد سے ہلتی قلب کی ہر دیوار لگی

اللہ ھو اللہ ھو کرتے میرا جسم ہوا تحلیل
باقی عمر وہی شب زندہ ہونے کا معیار لگی

https://emad-ahmad.com/

ذات سمندر، نفس اندھیرا، قلب میں روشن تیرا نام
آیت کریمہ پڑھتے پڑھتے زیست کی کشتی پار لگی

قلب کو سَونا کرنا تھا اور سوچ کو تیز بنانا تھا
ذات کو پارس پتھر سے رگڑا ہے، اسی سے دھار لگی

سوچ گریزاں، جذبے ٹھنڈے، جسم پریشاں، روح غریب
رب سے دور ہوا تو اپنی ذات مجھے بیمار لگی

جسم کو چھوڑ کے جانا برسوں سخت اذیت ناک لگا
جب اللہ سے رشتہ جوڑا تب ہی روح تیار لگی

رَبِّی نَجِّنِی کہتے کہتے بستی سے منہ موڑ لیا
کوہ و دمن میں عمر گزاری، ذات تبھی ہموار لگی

https://emad-ahmad.com/

قرض کی سانسوں پر انسان کا ذاتی استحقاق نہیں
سجدے میں ماتھا ٹیکا تو ذات بھی کچھ خوددار لگی

میں تو مٹی کا قالب تھا، تُو نے نور بھی پھونک دیا
ہستی یکدم قرنوں کے سفروں کو بھی تیار لگی

اللہ اللہ اللہ اللہ اللہ اللہ اللہ اللہ بس
پوری عمر لگا کر اتنی بات سمجھ سرکار لگی

کہتے ہیں سیلاب میں ڈوبے لوگ نہیں مِلتے ہیں عماد
نفسِ امّارہ کو ورد کی محفل یوں منجدھار لگی

https://emad-ahmad.com/

O

یقیناً میرے ہاتھوں میں خدا کے گھر کی کنجی ہے
درودِ پاک کی برکت سے میرا قلب جاری ہے

اندھیرا موڑ ہے آگے، لحد تیار بیٹھی ہے
مشیّت اُنؐ سے جُڑ جائے تو روشن یہ گلی بھی ہے

مجھے مرنے سے پہلے آپؐ سے نسبت نبھانی ہے
سمجھتا ہوں کہ اِک وعدے پہ میری جان اٹکی ہے

https://emad-ahmad.com/